تاریخ اسلام میں تحریک تجدد کا ابتدائی عہد

اشتیاق احمد گوندل*

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عقائد اور نظریات کے اعتبار سے مسلم معاشرہ فکری طور پر بے حد پختہ تھا۔ سیدھا سیدھا سمعنا واطعنا کا تصور ہی ایمان تھا مگر اگلے ادوار میں مختلف عوامل اور اسباب کی بناء پر مسلم معاشرہ اگرچہ جزوی طور پر ہی سہی فکری انتشار کا شکار ہوا نیز عقل جس کو وحی کے نور کی روشنی میں استعمال کیا جاتا تھا اپنی عیاری دکھانے لگی اور ان معاملات اور دائروں میں بھی دخیل ہوئی جو اس کے بس کا روگ نہ تھے۔ مجموعی طور پر تو کئی سو سالوں سے مسلمان عقل کے مقابلے میں وحی کو ترجیح دیتے چلے آئے ہیں مگر عجمی اقوام کے مسلمان ہونے اور ان کے سابقہ نظریات کے اثرات کے باعث مسلم معاشرے میں عقلیت کی روش پروان چڑھنے لگی جس نے آگے چل کر اجتہاد اور تجدید جیسے اہم فرائض کی آڑ میں انحراف کا راستہ اختیار کیا۔ مجدد اور مجتہد درکار بھی تھے اور لازمی بھی لیکن تجدد اور تجدید کے کام میں جو بنیادی فرق ہے اس کو فراموش کرنے کے باعث مسلمانوں کے ہاں بنیادی افکار کو متزلزل کرنے کی کوشش کی گئی۔ سید مودودیؒ اس صورت حال کا تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"عموماً" لوگ تجدد اور تجدید میں فرق نہیں کرتے اور سادہ لوحی سے ہر متجدد کو مجدد کہنے لگتے ہیں۔ ان کا گمان یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو نیا طریقہ نکالے اور اس کو ذرا زور سے چلا دے وہ مجدد ہوتا ہے، خصوصاً" جو لوگ کسی مسلمان قوم کو برسر انحطاط دیکھ کر اس کو دنیوی حیثیت سے سنبھالنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے زمانہ کی برسر عروج جاہلیت سے مصالحت کر کے اسلام اور جاہلیت کا ایک مخلوطہ تیار کر دیتے ہیں یا فقط نام باقی رکھ کر اس قوم کو پورے جاہلیت کے رنگ میں رنگ دیتے ہیں، ان کو مجدد کے خطاب سے نواز دیا جاتا ہے حالانکہ وہ مجدد نہیں

---

* لیکچرار اسلامک سینٹر پنجاب یونیورسٹی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

متجدد ہوتے ہیں اور ان کا کام تجدید نہیں تجدد ہوتا ہے۔ تجدید کا کام اس سے بالکل مختلف ہے۔ جاہلیت سے مصالحت کی صورتیں نکالنے کا نام تجدید نہیں ہے اور نہ ہی اسلام اور جاہلیت کا کوئی نیا مرکب بنانا تجدید ہے۔(۱)

اس تناظر میں دیکھا جائے تو آغاز اسلام سے ۲۰ ویں صدی کے اس آخری عشرے تک عقلیت پرستی کے رجحان کے باعث اسلام اور جاہلیت کے مرکبات تیار کیے جاتے رہے ہیں۔ اسلام جو اپنی ذات میں مکمل اور ابدی ضابطہ حیات ہے اس کے نمائندگان بعض اوقات کسی اور غالب تہذیب کے اثرات کے باعث اجتہاد' تجدید اور اصلاح کے کام کی نزاکتوں اور شرائط سے غافل ہو کر طاغوت سے مصالحت کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ اسی رویے کا نام تجدد ہے۔ اب چونکہ عوام الناس اسلام کی تعلیمات میں خاطر خواہ رسوخ نہیں رکھتے لہٰذا وہ تحریف اور انحراف کو بھی تجدید اور اصلاح سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں۔ ماضی قریب میں سرسیدؒ اور غلام احمد پرویز کی فکری روش اس کی بین مثالیں ہیں۔ جہاں تک اجتہاد کا تعلق ہے تو بدلتے ہوئے حالات میں نہ صرف ضروری ہے بلکہ فکر اسلامی کی دنیا میں تازہ ہوا کے جھونکوں کی مانند ہے۔ اسی طرح مجدد خدا کی زمین پر خدا کی نشانی اور رحمت ہوتا ہے تاہم تجدید اور مجدد کے کام کی نوعیت کا صحیح ادراک از حد ضروری ہوتا ہے بصورت دیگر مسلم معاشرے کو بیرونی تہذیبوں' طاغوتی افکار اور دین کے نام پر دین میں بگاڑ کی روش سے بچانا مشکل ہو جاتا ہے۔ مولانا مودودی مجدد کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"دراصل تجدید کا کام یہ ہے کہ اسلام کو جاہلیت کے تمام اجزاء سے چھانٹ کر الگ کیا جائے اور کسی نہ کسی حد تک اس کو اپنی خالص صورت میں پھر سے فروغ دینے کی کوشش کی جائے۔ اس لحاظ سے مجدد جاہلیت کے مقابلہ میں سخت غیر مصالحت پسند آدمی ہوتا ہے اور کسی خفیف سے خفیف جزء میں بھی جاہلیت کی موجودگی کا روادار نہیں ہوتا۔"(۲)

مجدد اور تجدید کے کام میں خالص اسلام کو افکار کی بنیاد بنایا جاتا ہے مگر اس کے برعکس تجدد میں جدت پسندی کا ایسا شوق کارفرما ہوتا ہے جس میں عقل پر انحصار کیا جاتا ہے لیکن عقل ایک خاص حد سے آگے انسانیت کی راہ نما نہیں ہو سکتی اس سلسلے میں مولانا تقی عثمانی لکھتے ہیں۔

"خلاصہ یہ کہ "جدت پسندی" کی رو میں اگر اچھے برے کا فیصلہ خالص عقل پر چھوڑا جائے تو ایک طرف اس سے زندگی کی کوئی قدر سالم نہیں رہتی' اور دوسری طرف چونکہ ہر شخص کی عقل دوسرے سے مختلف ہے اس لیے انسان متضاد آراء اور نظریات کی ایسی بھول بھلیوں میں پھنس جاتا ہے جس سے نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو عقل وحی الٰہی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کی راہنمائی سے آزاد ہو انسان اسے آزاد عقل سمجھتا ہے لیکن درحقیقت وہ اس کی بہیمی خواہشات اور نفسانی اغراض کی غلام بن جاتی ہے جو عقل کی غلامی کی بدترین شکل ہے۔(۳)

انسانی تاریخ میں فلسفہ یونان اور فلسفہ مغرب کے اثرات بلاشبہ بڑے گہرے ہیں مگر عقل کو راہنما قرار دے کر ان دونوں تہذیبوں نے جن فکری مغالطوں اور ذہنی انتشار کو جنم دیا ان سے عالم اسلام بھی کسی دور میں بھی مکمل طور پر محفوظ نہیں رہ سکا۔ چنانچہ مسلمانوں کے ہاں تجدد کی تحریک کمزور یا طاقتور کسی نہ کسی انداز میں موجود رہی ہے لیکن الحمد اللہ مسلمان مجموعی طور پر دیگر اقوام اور مذاہب کی طرح اس تحریک کے لیے نرم چارہ نہیں بن سکے۔ تاریخ اسلام کے ابتدائی عہد میں جس گروہ نے سب سے پہلے تجدد کی روش کو اختیار کیا وہ معتزلہ کہلائے۔

یہ گروہ بڑے ذہین و فطین اور پڑھے لکھے لوگوں پر مشتمل تھا لیکن ان کے نظریات ان کا طریق استدلال اور اس کے نتائج دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ گروہ یونانی علوم سے کافی حد تک مرعوب ہوا اور اسی ذہنی مرعوبیت کے تحت اس نے اسلام کے بعض اساسی تصورات میں تغیر و تبدل کرنا شروع کیا ان کی نیت اگرچہ نیک تھی کہ کسی طرح اسلامی افکار کو یونانی نظریات سے ہم آہنگ کر کے اسلام کی فکری برتری کو قائم رکھا جائے اور اسی طرح ایمان کو متزلزل ہونے سے بچایا جائے لیکن چونکہ اس تغیر و تبدل کا اصل محرک ذہنی مرعوبیت تھی اس لیے معتزلہ نے غیر شعوری طور پر بعض ایسے یونانی افکار کو اپنا لیا جو اسلامی تعلیمات سے کسی طرح مطابقت نہ رکھتے تھے۔(۴)

معتزلہ کے فکری ارتقاء میں یونانی فلسفے کے گہرے اثرات تھے اور ان کی مرعوبیت بھی بنیادی وجہ ہے مگر علامہ شبلیؒ کے خیال میں عقلیت کی اس روش کے بعض آثار عہد نبویؐ میں بھی نظر آتے ہیں۔

اور مذاہب کی طرح اعتزال کے ابتدائی آثار بھی خود آنحضرتؐ اور صحابہؓ کے زمانہ میں موجود تھے۔ صحابہؓ میں اگرچہ بہت سے ایسے تھے جو مذہبی مسائل کے متعلق کچھ غور کرنا نہیں چاہتے تھے یا عقل کو دخل دینا نہیں چاہتے تھے لیکن ایسے بھی تھے جو ہر بات کو عقل کے معیار سے جانچتے یا کم سے کم یہ کہ عقل کو معاملات شرعیہ میں بے کار نہیں خیال کرتے تھے۔ یہی اعتزال کی اصل بنیاد تھی جس پر آگے چل کر بڑی بڑی عمارتیں قائم ہوئیں۔"(۵)

تاہم اعتزال کے افکار اور ان کے فکری پس منظر کا تذکرہ کرنے سے ان کو جدید تحریک تجدد سے مکمل طور پر مماثل ثابت نہیں کیا جا سکتا کیونکہ معتزلہ کی ابتدائی کاوشیں اخلاص پر مبنی تھیں اور وہ اپنے آپ کو معتزلہ کی بجائے اہل التوحید والعدل کہا کرتے تھے۔(۶)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

علامہ شبلی بھی معتزلہ کی ابتدائی فکر اور جدوجہد کو ایک خاص درجے میں مفید قرار دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں مسلم معاشرے میں ابتدائی طور پر الحادی تحریک اور ملحدوں کا رد بھی معتزلہ نے کیا ہے۔ اس سلسلے میں واصل بن عطا کا کراور اور طریق استدلال خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ لیکن ابتداء میں معتزلہ کے افکار کے جزوی فوائد کے باوجود آئندہ چل کر معتزلہ کا کردار اور نظریات مسلم معاشرے کے لیے ایک چیلنج بن گئے کیونکہ یہ گروہ اپنے عقائد کی تائید میں عقل پر بھروسہ کرتا تھا حتیٰ کہ عام معاشرے کو بھی عقل کی برتری تسلیم کرنے کی دعوت دی گئی جیسا کہ عبدالحمید صدیقی نے اپنی کتاب ۔ مذہب اور تجدید مذہب میں تذکرہ کیا ہے۔

معتزلہ نے انسانوں سے عقل کی برتری تسلیم کروانے کے لیے صرف اس لیے زوردیا کہ اس سے شریعت میں فیصلہ کن حیثیت رسول کو حاصل ہونے کی بجائے عقل کو حاصل ہو اور اس طرح انہیں وہ سارے تصورات و اعمال شریعت سے خارج کرنے میں آسانی ہو جو ان کے زعم کے مطابق خلاف عقل ہوں۔(۸)

تاریخ اسلام کے ابتدائی عہد میں اور بعد ازاں بھی تحریک تجدد نے انسانی عقل کو اپنا مخاطب قرار دیا ہے لیکن تحریک تجدد کے اس انداز اور منہاج کے باوجود معتزلہ کے گروہ نے بعض خدمات بھی سرانجام دیں جیسا کہ سید امیر علی لکھتے ہیں۔

ارسطو ۔ پور فری Por phyyr اور دوسرے حکمائے یونان واسکندریہ کی تصنیفات سے استفادہ کر کے معتزلہ نے ایک نئے علم کی بنیاد رکھی جس کا نام علم الکلام ہے یعنی عقل کا علم کلام .بمعنی نطق یعنی Logos اس لیے اس نئے علم کے حربے سے انہوں نے اسلام کے خارجی دشمنوں کا بھی اور داخلی دشمنوں کا بھی مقالہ کیا۔(۹)

البتہ اس طرح کے بیانات سے معتزلہ کے تجدد کو صحیح قرار دینا تو مشکل امر ہے تاہم بعض شعبوں میں ان کی خدمات کو عدل کے ساتھ تسلیم کیا گیا ہے جیسا کہ سید مودودیؒ کے نزدیک

اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ ان کی ہر بات اعتزال اور ہر ایک رد کر دینے کے لائق تھی تو یہ بڑی زیادتی ہے۔ ان کے شدید ترین مخالف امام رازی تک نے ابو مسلم اصفہانی اور زمخشری جیسے معتزلیوں کی بہت سی باتوں کو قبول کیا ہے اور دوسرے اہل علم نے بھی ان کو عالی اچھوت' نہیں سمجھا کہ ایک بات کو صرف اس لیے رد کر دیں کہ وہ کسی معتزلی نے کہی ہے۔(۱۰)

عقلیت اور تجدد کی اس ابتدائی تحریک کی نشو و نما میں کئی دیگر اہم عوامل کے علاوہ عجمی اقوام کی طرف سے ایرانی فلسفے اور علوم کے اثرات بھی بنیادی کردار ادا کرتے ہیں خاص طور پر علامہ اقبال نے عقلیت کی تحریک میں ایرانی اثرات کا تکرار سے تذکرہ کیا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

خلافت امیہ کے زمانے میں عمل اتحاد جاری تھا اور نئے حالات زندگی سے مطابقت پیدا کی جا رہی تھی لیکن خاندان عباسیہ کے عروج اور یونانی فلسفہ کے مطالعہ کے بعد سے ایران کی عقلی قوت جو اب تک محصور تھی پھر آزاد ہو کر فکر و عمل کے تمام شعبوں میں حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا۔اس نئی عقلی قوت کی راہنمائی میں جو یونانی فلسفے کے مطالعے سے حاصل ہوئی تھی اسلامی توحید پر نظریں پڑنے لگیں۔ قبل اس کے کہ عقل خشک مناظروں کے ہنگاموں سے دور رہ کر کسی گوشہ عزلت کی تلاش کرتی علم الکلام مذہبی جوش سے متاثر ہو کر فلسفہ کی زبان بولنے لگا۔ آٹھویں صدی کے نصف اول میں واصل بن عطا جو مشہور متکلم حسن بصریؒ کا ایرانی شاگرد تھا اعتزال اور عقلیت کی بنیاد رکھتا ہے۔(۱۱)

چنانچہ تجدد کی یہ ابتدائی تحریک جو بظاہر اسلام کے دفاع کے لیے اٹھی اور عدل کے نعرے کو اختیار کیا اس حد تک عقلیت کی زد میں آگئی کہ عقائد اور شرعی احکامات کے لیے عقل کو ہی معیار قرار دے دیا۔ فلسفہ یونان کا عام طالب علم بھی اس تحریک کے بارے میں اندازہ لگا سکتا ہے کہ عقلیت کی یہ لہر یونانی علوم کے اثرات کا نتیجہ تھی حتی کہ دین اسلام کا اساسی نظریہ توحید ہی متزلزل کرنے کی کوشش ہونے لگی۔

معتزلہ کے خیال کے مطابق خود باری تعالیٰ نے مختلف افعال و اعمال اور مختلف اشیاء کے درمیان اچھے برے کی جو تمیز کی ہے اس میں بھی اس نے انسانی عقل کے پیش نظر ہی فیصلہ فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے عقل خود علم شریعت کے بغیر حسن قبح کا فیصلہ کر سکتی ہے۔(۱۲)

چنانچہ اسی استدلال سے انسانوں کے گروہ اکثر دین کی تعلیمات عقائد اور احکامات کی من مانی تاویلات اور تشریحات کا راستہ نکال لیتے ہیں اردو دائرہ معارف اسلامیہ کا مقابلہ نگار معتزلہ کے موقف پر درج ذیل تبصرہ کرتا ہے۔

معتزلہ کے موقف میں نمایاں کمزوری دار صل یہی ہے کہ انہوں نے عقل ناتمام سے جو ابھی درپئے تحقیق ہے ان اصولوں اور پیمانوں کو جانچنا چاہا ہے جو اپنی جگہ خود مکمل اور ابدی ہیں۔ اشکال کا یہ پہلو اس وقت تک باقی رہے گا جب تک عقل انسانی گھوم پھر کر انہی حقائق تک رسائی حاصل نہیں کر لیتی جن کو مذہب اور دین نے ہزاروں برس قبل بیان کر دیا تھا۔ معتزلہ کے فکری مقام کو متعین کرتے وقت اس حقیقت کو بہرحال تسلیم کر لینا چاہئے کہ یہ اگرچہ اپنی صفوں میں جوینی اشعری اور غزالی جیسے بلند وبالا متکلمین پیدا کرنے سے قاصر رہے تاہم بحیثیت مجموعی ان کی وجہ سے فکر و دانش کو مہمیز ملی۔ مسلمانوں میں عقلی مباحث کا آغاز ہوا اور اس کے نتیجے میں اسلامی معاشرے میں کندی' فارابی ابن سینا اور ابن رشد ایسے عظیم فلسفی پیدا ہوئے۔(۱۳)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

معتزلہ کی تحریک تجدد موجودہ عصری تحریکات کی طرح مذہب بے زاری ' خواہش کی پیروی اور مادیت کے زیر اثر نہ تھی بلکہ معتزلہ اپنے موقف کے حق میں قرآن کی ان آیات سے استدلال کرتے تھے جن میں عقل کے استعمال پر زور دیا گیا تھا اور اس امر کو انسانی زندگی کی فضیلت قرار دیا گیا تھا چونکہ قرآن مجید میں تفکر ' تدبر تعقل اور تذکر وغیرہ کی ترغیب موجود ہے حتی کہ وحی کے بالاتر ہونے کے باوجود کوئی فرد عقل کے بغیر نہ تو وحی کو پہچان سکتا ہے اور نہ ہی وحی سے استفادہ ممکن ہے جیسا کہ قرآن خود دعوت دیتا ہے۔

افلا یتدبرون القرآن(۱۴)

بھلا یہ لوگ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے

افلا یتدبرون القرآن ام علٰی قلوب اقفالھا(۱۵)

بھلا یہ لوگ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے یا ان کے قلوب پر تالے لگے ہوئے ہیں۔

وتلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون(۱۶)

اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے واسطے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور کریں۔

چنانچہ اس مضمون کی جتنی بھی آیات ہیں وہ عقل کے استعمال پر زور دیتی ہیں مگر معتزلہ نے جب عقل کے استعمال میں مبالغے سے کام لیا اور عقل کو وحی تک رسائی کا ذریعہ قرار دینے کی بجائے عقل کو ایسا معیار بنایا جس پر وحی بھی پرکھی جانے لگی تو دینیات کی ترتیب ہی الٹ گئی۔ اس پہلو کا مولانا امین احسن اصلاحیؒ درج ذیل الفاظ میں تجزیہ کرتے ہیں۔

معتزلہ کے مذہب میں ایک ایسا سقم ہے کہ اگر اس کو دور نہ کیا جائے تو وہ شرک کی راہ پر لے جاتا ہے مثلاً" وہ یہ کہتے ہیں کہ انسان خود مختار مطلق ہے۔ اگر خود مختار مطلق سے ان کی مراد یہ ہے کہ اس اختیار پر خدا کی مشیت کسی پہلو سے بھی اثر انداز نہیں ہوتی تو یہ کسی طرح بھی درست نہیں۔ اس سے سویت لازم آتی ہے کیونکہ مطلق ارادہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا ہی ہو سکتا ہے کوئی دوسرا ارادہ ایسا نہیں ہو سکتا جو خدا کی مشیت کے تابع نہ ہو۔ اگر کوئی دوسرا ارادہ بھی مطلق مان لیا جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ یزداں اور اہرمن دو الگ الگ قوتیں ہیں اسی طرح دوئی لازم آتی ہے دوسرے الفاظ میں شرک لازم آتا ہے۔(۱۷)

ہماری تاریخ کے ابتدائی عہد میں معتزلہ کی فکر محض فلسفے کا ایک مسئلہ نہ تھی بلکہ اس نے خاندان عباسیہ کے دور میں سرکاری پشت پناہی اور سرپرستی میں معاشرتی اقدار اور شرعی احکامات کے دائروں میں بھی انتشار پیدا کیا۔

انتہا پسند معتزلہ نے عقلیت پرستی کے جوش میں بعض بنیادی دینی تصورات کو اس حد تک

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بدل کر رکھ دیا تھا کہ کچھ لوگ اس تحریک کو اسلام کے لیے ایک خطرہ سمجھنے لگے تھے عام لوگ مذہبی عقائد سے فرار اور آزاد خیالی کی جانب جھکاؤ محسوس کر رہے تھے۔ قلوب و اذہان پر مذہب کی گرفت کمزور ہو رہی تھی۔ تاویل کا فن حیلہ طرازیوں میں تبدیل ہو چکا تھا مامون اور اس کے جانشینوں نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔(۱۸)

اسی تحریک نے علوم کی دنیا میں ایک نئے علم کا اضافہ کیا جو علم الکلام کہلایا مگر مجموعی طور پر نیا مضمون بھی منفی نتائج پیدا کرنے لگا جیساکہ علامہ شبلیؒ نے تجزیہ کیاہے۔

علم الکلام کی تاریخ میں سب سے زیادہ عجیب و غریب چیز دولت عباسیہ کی آزادی اور آزاد پسندی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہی چیز ہے جس نے علم الکلام کو اس رتبہ پر پہنچا دیا ورنہ اگر ان بزرگوں کی ہدایت پر عمل کیا جاتا جو ہر موقع پر السوال بدعۃ سے کام لیتے تھے تو آج علم الکلام کا سرے سے وجود ہی نہ ہوتا۔ یہ اسی آزادی کا اثر تھا کہ ایک ہی صدی کے اندر اندر گوناگوں خیالات کا سیلاب آگیا جو لحظہ بہ لحظہ بڑھتا جاتا تھا اور جس کی بدولت بیسیوں نئے نئے فرقے قائم ہوتے جاتے تھے۔(۱۹)

دینی فلسفیوں کے اس گروہ کی امامت معتزلہ کر رہے تھے جو اپنے وقت کے "روشن خیال" عالم اور پرجوش متکلم تھے۔ انہوں نے ان علمی بحثوں کو کفر وایمان کامعیار بنا دیا اوراپنی ساری ذہانتوں کو ان مباحث پر لگا دیا۔ ان کے مقابلہ میں محدثین اور فقہا کاگروہ تھا جو ان مسائل میں سلف کے مسلک کا قائل تھا اور ان مو شگافیوں کو مضر اور ان تعبیرات کو غلط سمجھتا تھا ہارون الرشید کے دور خلافت تک معتزلہ کو عروج حاصل نہیں ہوا مامون کے زمانہ میں جویونانی فلسفہ اور عقلیت سے مرعوب تھا اور مخصوص تربیت اور حالات کی وجہ سے اس کی دماغی ساخت معتزلہ سے ملتی جلتی تھی معتزلہ کو عروج حاصل ہوا۔(۲۰)

گردش زمانہ کے باعث آج کے مورخین اور تبصرہ نگار معتزلہ کا تذکرہ قدرے اعتدال سے کرتے ہیں مگر وہ لوگ جنہوں نے ان کی فکر یا اس کے اثرات و نتائج کابراہ راست مشاہدہ کیا یا کسی طرح ان کا واسطہ پڑا وہ اپنی رائے میں بڑی شدت سے کام لیتے ہیں۔

"اس پر تعجب کرو کہ اس ملعون فرقے سے شیطان کس طرح کھیل رہا ہے اور اللہ سے پناہ مانگو کہ وہ تمہیں تمہارے نفوس کے حوالے نہ کر دے مگرجس کا دین یہ ہو کہ اس کا پروردگار نہ اسے ہدایت کرنے پر قادر ہے نہ گمراہ کرنے پر تو وہ اس کا مستحق ہے کہ شیطان اس پر ایسا ہی قابو پالے۔ میری جان کی قسم یہ سوال تو خود معتزلہ ہی کے اس قاعدے پر لازم آتا ہے کہ جو ان کا گمراہ کرنے والا ہے۔ اور اسے لازم آتا ہے جو اس قاعدے کا پابند ہو یہ قاعدہ ان سب کو جہنم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

میں گرانے والا ہے"۔(۲۱)

قرن اول کی اس تحریک تجدد نے فلسفے اور مذہبی افکار کے معاملے میں ہی ایک نئی روش کو جنم نہیں دیا بلکہ اس تحریک کو نو مسلم عجمی اقوام نے خاص طور پر پسندیدگی کی نظر سے دیکھا کیونکہ اس کی آڑ میں ان کو اپنے سابقہ افکار اور تہذیبی اثرات برقرار رکھنے اور مسلم معاشرے کا حصہ بنانے میں مدد ملتی تھی۔ چنانچہ یہی ہوا کہ حکومتی ایوانوں میں اثر و رسوخ رکھنے والے بعض عجمی امراء اور وزراء نے مذہب اعتزال کی پذیرائی کی لہٰذا رفتہ رفتہ یہ فکر فلسفیانہ موشگافیوں سے بڑھ کر دین اسلام میں تحریف کاباعث بن گئی مگر مسلم معاشرے نے اپنے عمومی دینی مزاج اور پختہ ایمان بالغیب کے باعث مجموعی طور پر وحی کی عظمت اور بالادستی پر حرف نہ آنے دیا اگرچہ محدثین اور علماء نے تجدد کی اس لہر کو روکنے کے لیے موثر اور مفید مزاحمتی کوششیں کیں مگر خود معتزلہ کی ہی صفوں میں ابوالحسن علی اشعری جو نامور صحابیؓ ابوموسیٰ اشعری کی اولاد میں سے تھے۔ اس کے خلاف صف آراء ہوئے۔ الاشعری چونکہ بہت بڑے معتزلی استاد الجبائی کے شاگرد تھے مگر اس مذہب کے حامی ہونے کے باوجود مختلف وجوہات کے باعث معتزلہ کے خلاف ہو گئے اور انہوں نے مذہب اشاعرہ کی بنیاد رکھی جس نے تجدد کی اس ابتدائی تحریک کے افکار کے مقابل اسلامی عقائد کا دفاع کیا ہے۔(۲۲)

سید ابوالحسن علی ندوی الاشعری کی خدمات کا ان الفاظ میں تذکرہ کرتے ہیں۔ "امام ابوالحسن علی اشعری نے معتزلہ اور محدثین کے درمیان ایک معتدل اور متوسط مسلک اختیار کیا۔ وہ نہ تو معتزلہ کی طرح عقل کی غیر محدود طاقت اور فرمانروائی کے قائل تھے کہ وہ الہیات کے بارے میں اور مابعد الطبیعات میں بھی بے تکلف اپنا عمل کر سکے اور اس کے جزئیات و تفصیلات اور ذات و صفات باری تعالیٰ کے بارے میں اپنا فیصلہ صادر کر سکے اور اس کو معیار قرار دیا جا سکے نہ وہ بعض پرجوش محدثین و حنابلہ کی طرح دین کی نصرت اور عقائد اسلامیہ کی حفاظت کے لیے عقل کا انحصار اور اس کی تحقیر ضروری سمجھتے تھے۔"(۲۳)

اشاعرہ کے علاوہ ایک اور گروہ بھی سامنے آیا جس نے اشعری کی طرح عقلیت پرستی اور تجدد کے آگے بند باندھا یہ لوگ ماتریدیہ کہلاتے تھے۔ اس مذہب کا بانی امام الماتریدی تھا۔ معتزلہ کے خلاف ان دنوں گروہوں کے افکار اور ان کی نوعیت میں کافی اشتراک اور مماثلت پائی جاتی تھی جیسا کہ ابوزھرہ نے ذکر کیا ہے۔

"اشعری اور ماتریدی چونکہ ایک ہی دشمن کے خلاف صف آراء تھے لہٰذا ان کے نظریات بھی بڑی حد تک متقارب تھے اگرچہ متحد نہ تھے۔ اکثر علماء کا خیال ہے کہ اشاعرہ و ماتریدیہ کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نظریات میں کوئی اساسی اختلاف نہیں پایا جاتا ہے۔(۲۴)

علامہ اقبالؒ معتزلہ کے مقابل اشاعرہ کے کام اور جدوجہد کا درج ذیل الفاظ میں تجزیہ کرتے ہیں۔

خاندان عباسیہ کے ابتدائی خلفاء کی سرپرستی میں عقلیت اسلامی دنیا کے عقلی مراکز میں پھولتی پھلتی رہی لیکن نویں صدی کے نصف اول میں اس کو ایک زبردست رد عمل سے دوچار ہونا پڑا جس کا پرجوش علمبردار الاشعری تاریخ ولادت ۸۷۳ء) تھا اس نے علماء عقلیت (معتزلہ) سے تعلیم پا کر خود ان ہی کے طریقوں سے ان کی اس عظیم الشان عمارت کو منہدم کرنے کی کوشش کی جو بڑی محنت سے تعمیر کی گئی تھی۔ یہ بصرہ کے مکتب اعتزال کے نمائندے الجبائی کا شاگرد تھا جس کے ساتھ اس نے کئی مناظرے کیے اور بالاخر ان مناظروں کی وجہ سے ان کے دوستانہ تعلقات منقطع ہو گئے اور شاگرد نے معتزلہ کے مسلک کو خیرباد کہہ دیا۔(۲۵)

مختصر یہ کہ اسلام کے ابتدائی عہد میں عقلیت پرستی اور تجدد کی تحریک محض تاریخ کا ایک موضوع ہی نہیں بلکہ بعد کی صدیوں میں متجددین اور ان کے افکار کی اساس بھی ہے۔ وہ تمام افراد اور گروہ جن کے قلوب میں شک کے کانٹے تھے یا اسلام کو اپنی خواہشات اور ترجیحات کے ساتھ ہم آہنگ کرنا چاہتے تھے مذہب اعتزال اور اس کی سرپرستی کرنے والے حکمران ان کو دلیل فراہم کرتے رہے۔ بعض اوقات خواہش کی پیروی کو اسلامی ثابت کرنے کے لیے براہ راست قرآن و حدیث سے جب کوئی جواز نہیں ملتا تو معتزلہ جیسی تحریکیں کام آسان بناتی ہیں مگر قرآن نے اسوہ کامل رسول اللہؐ کو قرار دے کر ایمان و عقائد کی ٹھوس بنیاد فراہم کی ہے جو ہر دور کے انسان کی ضرورت ہے۔

حواشی

۱۔ مودودیؒ، سید ابوالاعلیٰ، تجدید واحیائے دین، مکتبہ جماعت اسلامی دارالسلام پٹھان کوٹ، ص ۲۸

۲۔ ایضاً

۳۔ تقی عثمانی، محمد، عصر حاضر میں اسلام کیسے نافذ ہو، مکتبہ دارالعلوم، کراچی، ص ۴۴۲

۴۔ عبدالحمید صدیقی، مذہب اور تجدید مذہب، البدر پبلی کیشنز لاہور ۱۹۷۸ء، ص ۱۷۲

۵۔ ندوی، سید سلیمان، مولانا، مقالات شبلی، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ج ۵، ص ۱۲

۶۔ ڈاکٹر عبدالخالق و پروفیسر یوسف شیدائی، مسلم فلسفہ، عزیز پبلشرز اردو بازار لاہور، ۱۹۸۴، ص ۳۸

۷۔ ندوی، سید سلیمان، مولانا، مقالات شبلی، نیشنل بک فاؤنڈیشن ج ۵، ص ۱۴

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۸۔ عبدالحمید صدیقی، مذہب اور تجدید مذہب، البدر پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۷۸ء، ص ۱۸۳

۹۔ امیر علی، سید، روح اسلام مترجم محمد ہادی حسین، ادارہ ثقافت اسلامیہ ۱۹۸۸ء، ص ۶۰۳

۱۰۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، رسائل و مسائل، اسلامک پبلیکشنز لاہور ۱۹۹۰ج ۴، ص ۲۰

۱۱۔ علامہ اقبال مترم میر حسن الدین، فلسفہ عجم، نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۸۴ء ص ۵۵

۱۲۔ عبدالحمید صدیقی، مذہب اور تجدید مذہب، البدر پبلی کیشنز لاہور ۱۹۷۸ء، ص ۱۸۱

۱۳۔ ندوی محمد حنیف و ادارہ، معتزلہ، اردو دائرہ معارف اسلامیہ دانش گاہ پنجاب، ۱۹۸۷ء ج ۲۱ ص ۳۱۲

۱۴۔ قرآن حکیم، ۴، ۸۴

۱۵۔ ایضاً، ۷۴، ۲۴

۱۶۔ ایضاً، ۵۹، ۲۱

۱۷۔ اصلاحی، امین احسن، فلسفے کے بنیادی مسائل قرآن کی روشنی میں، فاران فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۱ء ص ۱۶۹، ۱۷۰

۱۸۔ ڈاکٹر عبدالخالق و پروفیسر یوسف شیدائی، مسلم فلسفہ عزیز پبلشرز اردو بازار لاہور ۱۹۸۴ء ص ۵۴

۱۹۔ شبلی نعمانی، علامہ، علم الکلام اور الکلام، نفیس اکیڈیمی کراچی ۱۹۷۹ء حصہ اول، ص ۱۱۹

۲۰۔ ندوی، ابوالحسن علی، تاریخ دعوت و عزیمت، مجلس نشریات اسلام کراچی ج ۱، ص ۸۵

۲۱۔ ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد، الاندلسی (مترجم مولانا عبد اللہ عمادی) الملل والنحل، میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی ج ۳، ص ۲۲۳

۲۲۔ ڈاکٹر عبدالخالق و پروفیسر یوسف شیدائی مسلم فلسفہ عزیز پبلشرز اردو بازار لاہور ۱۹۸۷ء ص ۵۴

۲۳۔ ندوی، ابوالحسن علی، تاریخ دعوت و عزیمت، مجلس نشریات اسلام کراچی، ج ۱، ص ۱۰۸

۲۴۔ ابوزھرہ، محمد، (مترجم غلام احمد حریری)، اسلامی مذاہب، ملک برادرز کارخانہ بازار فیصل آباد ۱۹۷۹ء ص ۲۴۲

۲۵۔ علامہ اقبال (مترجم میر حسن الدین)، فلسفہ عجم، نفیس اکیڈیمی کراچی، ۱۹۸۴ء ص ۷۱۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مملکت خداداد پاکستان اور اسلامی نظام کا قیام

(چند غلط فہمیوں کا ازالہ اور بعض عملی تجاویز)

☆ مستنیر احمد علوی

نوٹ: زیر نظر مضمون میں صاحب مقالہ نے اپنا نقطہ نظر بیان کیا ہے۔ ادارہ کا ان کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

پاکستان میں اسلامی نظام کا قیام ایک بہت ہی خوشنما نعرہ ہے جسے بارہا اس ملک کے اندر مختلف طالع آزماؤں نے اپنی دوکان سیاست چمکانے کیلئے استعمال کیا ہے یہ بھولی بھالی قوم اس فریب کے اندر بہت جلد آجاتی ہے بلکہ ۱۹۷۰ء میں تو اس قوم نے اس عظیم مقصد کیلئے خون بھی دیا مگر کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

میدان سیاست کے اندر وقتاً فوقتاً غالب رہنے والے گروہ اپنا اعتماد کھو بیٹھے ہیں اب قوم ان سے مایوس ہو چکی ہے باری باری قوم کو دھوکہ دینے اور لوٹ کھسوٹ کے علاوہ انہوں نے قوم کو کچھ نہیں دیا۔ جہاں تک سیاست میں مذہبی قیادت کا معاملہ ہے تو یہ حضرات ایک خاص انداز فکر تک محدود ہیں۔ باوجود اس کے کہ ان میں بعض افراد اور تنظیمیں مخلص بھی ہیں اور سنجیدہ بھی، کسی درجہ میں Progressive بھی ہیں، مگر چونکہ یہ سب حضرات اپنے لگے بندھے دائروں سے نکلنے کیلئے تیار نہیں ہیں اس لئے عملاً سب ایک ہی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔

عالمی سطح پر پیدا ہونیوالی تمدنی تبدیلیوں سے الگ تھلگ رہتے ہوئے عصری تقاضوں اور

☆گورنمنٹ کالج آف سائنس وحدت روڈ، لاہور۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ضرورتوں پہ توجہ دینے اور کان دھرنے پر آمادہ نہیں ہیں۔ اسلام کو اس وقت عالمی سطح پر کیا چیلنج درپیش ہیں اور اسلام کے پاس ان کا حل کیا ہے؟ ان سوالوں کا جواب ان کے پاس نہیں ہے سوچ اور فکر کے دروازے بند کر کے وقت کی آواز سے بہت دور ہیں۔

انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ مذہبی قیادت ایک عرصہ سے پرانے قصے اور ''پدرم سلطان بود'' کا راگ الاپ رہی ہے۔ اس وقت قوم کن مسائل میں پھنسی ہوئی ہے اور کس طرح اس گرداب سے نکلے گی۔ عصر حاضر کے مالی سیاسی اور معاشرتی بحران سے نکالنے کا لائحہ عمل کسی مذہبی تنظیم یا دینی جماعت کے پاس نہیں ہے۔

یہی سبب ہے کہ قوم نے کبھی بھی مذہبی قیادت پہ اعتماد نہیں کیا اور قیام پاکستان سے لے کر اب تک کسی بھی دینی جماعت کو کبھی بھی غیر معمولی سیاسی کامیابی نصیب نہیں ہوئی بلکہ دن بدن اسمبلیوں میں علمائے دین کی تعداد کم ہو رہی ہے۔ مملکت خداداد پاکستان میں تبدیلی، انقلاب اور اسلامی نظام کے حوالہ سے ہم بہت سے مغالطوں اور غلط فہمیوں کا شکار ہیں۔ قانون میں بہتر سے بہتر کی جستجو اور اصلاح کی گنجائش تو ہر وقت رہتی ہے اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں مگر یہاں پر اچھے قانون کی دستیابی کا معاملہ اتنا اہم نہیں ہے جتنا قانون کے نفاذ کا۔۔۔ اسلامی نظام اور اسلامی قوانین کی تشکیل جدید کا معاملہ تو بہت بعد کا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جو قانون ملک کے اندر اس وقت موجود ہے کیا اس کو صحیح معنوں میں نافذ کرنے کی کسی حکومت نے کوشش کی ہے؟ موجودہ قوانین کا کتنے فیصد حصہ موثر یا حقیقی معنوں میں نافذالعمل ہے؟ کیا اس کا جائزہ کبھی لینے کی کوشش کی گئی ہے؟

جو قانون صحیح طور پر نافذ ہی نہ کیا جا سکا ہو اس کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ دیا جا سکتا ہے؟ صحیح تشخیص کے بغیر مرض کا موثر علاج کبھی بھی ممکن نہیں ہے۔

پھر مزید ایک اہم سوال یہ ہے کہ کیا قانون ہی تبدیلی کا موثر اور حتمی ذریعہ ہے؟ کیا چند

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آرڈی نینس جاری کرنے سے راتوں رات معاشرہ میں تبدیلی آجائے گی۔

اس سے بھی بڑھ کر ایک اہم بات کہ کیا چند مجموعہ قوانین ہی کا نام ''اسلام'' ہے ؟ایسی بہت سی باتیں ہیں جن پہ سوچ وچار کی ضرورت ہے۔

نظام کی تبدیلی اور انقلاب کا جھنڈا اٹھا کر چلنا تو بہت آسان ہے مگر عملاً سوسائٹی کو تبدیل کرنا بڑا مشکل کام ہے تمام سیاسی جماعتیں اور مذہبی رہنما عنان حکومت سنبھال کر نظام تبدیل کرنے کی آرزو رکھتے ہیں مگر اقتدار سے دور رہ کر اصلاح کے کام میں کوئی شخص شریک ہونے کیلئے تیار نہیں ہے۔

ہر سیاسی جماعت اور مذہبی رہنما نظام کی تبدیلی کیلئے اختیارات کلی حاصل کر لینے کا منتظر ہے۔افسوس کہ اس انتظار میں باون سال گزر چکے ہیں۔

یقین جانئے اس طرح تبدیلی کبھی نہیں آئے گی انتظار کے لمحے بڑھتے چلے جائیں گے۔ اور انقلاب کی منزل دور سے دور ہوتی چلی جائے گی اس ضمن میں دوسری بہت بڑی حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص یا چند اشخاص خواہ کتنے ہی بااختیار کیوں نہ ہوں تبدیلی نہیں لا سکتے۔

(قانونی اعتبار سے ایک مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سے زیادہ بااختیار کون ہو سکتا ہے۔ مگر دس سال بلاشرکت غیرے اقتدار پہ قابض رہنے والا ایک شخص قوم کے سامنے آنسو بہاتا رہا مگر تبدیلی نہ لا سکا) تبدیلی محض حکومت کا کام نہیں ہے، پوری قوم کو شریک کرنا پڑے گا۔اور یہ کام ست روی اور مستقل مزاجی سے ہوگا اس ملک میں سیاسی جدوجہد کے ساتھ ساتھ سیاسی اور سماجی تربیت کی بھی ضرورت ہے۔ قوم کا مزاج بدلنا ہوگا، اسے بہت کچھ بتانا اور سمجھانا ہوگا۔

اسلامی نظام اور اسلامی انقلاب تو بہت بڑی آرزو ہے۔اس سے پہلے بہت سے کرنیوالے کام ہیں۔ عوام وخاص حکومت، سیاسی، سماجی اور مذہبی تنظیمیں، مخیّر حضرات، فلاحی ادارے اور رہنمایان قوم اگر ان کاموں کی ضرورت کا احساس کر لیں اور اپنے اپنے حصہ کا کام کرنا شروع کر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دیں تو ہم آہستہ آہستہ تبدیلی کی طرف پیشرفت کر سکتے ہیں۔ مثلاً

ا۔ اگر کچھ عرصہ کیلئے اسلام کا نام لئے بغیر اچھے کام کئے جائیں اور غیر ضروری دعوت و تبلیغ سے باز رہا جائے تو دین اسلام جیسی عظیم سچائی پر لوگوں کا اعتماد بحال ہو سکتا ہے۔ قول و فعل کے تضاد سے معاشرے میں اسلام کی حیثیت محض ایک مذاق سی بن گئی ہے اور یہ صورت حال بڑی تشویش ناک ہے۔

تبلیغ اور دعوت کیلئے خدمت خلق سے بڑھ کر کوئی ہتھیار نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کے بوجھ کندھوں پر اٹھا کر اور خلق خدا کی خدمت کر کے دین کا پیغام دیا محض تحریر و تقریر کو اپنی دعوت کا ذریعہ نہیں بنایا۔

۲۔ معاشرے کی بنیادی اکائی گھر ہے۔ یہ ادارہ بکھر چکا ہے اولاد کی پیدائش اور ان کی تربیت بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ ''کم بچے خوشحال گھرانہ'' کا سلوگن مذہبی حلقوں میں پسندیدہ نہیں ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ معاشرتی استحکام اور اولاد کی مثالی تعلیم و تربیت کیلئے یہ پہلا سنگ میل ہے۔ معاشرے میں عمومی دعوت اور بالخصوص دیہات کے غیر تعلیم یافتہ افراد کے درمیان اس کی تبلیغ انتہائی ضروری ہے۔ سماجی، سیاسی اور دینی تنظیمیں معاشرتی تربیت کے اس جہاد میں اگر حکومت کا ہاتھ بٹائیں تو بہت بڑی سماجی خدمت ہو گی۔

۳۔ تین بنیادی حقوق انسانی یعنی جان، مال اور آبرو کا تحفظ اور لاء اینڈ آرڈر کا قائم کرنا حکومت کا سب سے اہم فریضہ ہے، پولیس کی نفری، تھانوں کی تعداد اور نظم و نسق کیلئے قائم کردہ انتظامی تقسیم برس ہا برس پرانی ہے۔ آبادی کے پھیلاؤ، صنعتی اور سائنسی ترقی نے بے شمار نئے مسائل پیدا کر دیئے ہیں۔ ایسے حالات میں نئی انتظامی تقسیم، Police stations کی تعداد اور پولیس کی نفری میں بہت زیادہ اضافہ کی ضرورت ہے۔

فوری طور پر شاید وسائل اس امر کی اجازت نہ دیں اس لئے اس سلسلہ میں پاک افواج

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کی خدمات مستعار لینے کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ اگرچہ تمام معاملات میں افواج پاکستان سے ہی مدد لینا درست معلوم نہیں ہوتا مگر یہ وقت کی مجبوری ہے۔

وطن سے محبت افواج پاکستان کے مزاج کا حصہ ہے اس لئے ہمارے جیالے سپاہی ملک کی حفاظت بھی کریں گے اور اس گلشن کو سنوارنے میں بھی اپنا کردار ادا کرینگے کم از کم 25 فیصد افواج کو مذکورہ بالا مقصد کے تحت تین سال کے عبوری عرصہ کیلئے Depute کرنا ضروری ہے تاہم انتظامی امور کے ماہرین سے اس معاملہ میں مزید تفصیلات اور تجاویز پہ کام کروایا جائے تو بہت بہتر ہوگا۔

نظم و نسق کو قائم کئے بغیر صنعتی ترقی کا خواب بھی کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا جو اس وقت کے بہت بڑے مسئلہ بیروزگاری کے خاتمہ کے لئے ضروری ہے۔

۴۔ جس معاشرہ میں جزا و سزا کو یقینی نہ بنایا جائے لاء اینڈ آرڈر کبھی قائم نہیں ہو سکتا۔ انصاف کا انتہائی سست روی سے مہیا ہونا بلکہ ناپید ہونا اس وقت ملک میں امن و امان قائم کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

سستا اور جلد انصاف مہیا کرنے کیلئے پانچ سالہ معاہدہ ملازمت کے ذریعے لائق، ممتاز، دیانتدار وکلاء اور ریٹائرڈ جج صاحبان پر مشتمل ADHOC JUDICIARY SETUP تشکیل کیا جانا ضروری ہے جو ہنگامی بنیادوں پر کام کرے اور قیام پاکستان سے لیکر اب تک تمام مقدمات کے ریکارڈ کی چھان بین کر کے فیصلے سنادے۔ اور بعد میں ہر مقدمہ کی نوعیت کے مطابق ایف آئی آر کے اندراج سے لیکر آخری اپیل کے فیصلہ تک ٹائم شیڈول وضع کرنے کیلئے قانون سازی کی جائے۔

سالوں سے لٹکے ہوئے مقدمات اس وقت عدل قائم کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ اس مقصد کے لئے بہت زیادہ وسائل اور مال و دولت کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کیلئے STATE LAND فروخت کر کے بھی شہریوں کو انصاف مہیا کرنا پڑے تو کیا جائے۔ یہ معمولی مقصد نہیں ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۵۔ سرکاری محکموں میں مالی بد دیانتی اور کرپشن کے سبب بے دریغ قومی وسائل ضائع ہو رہے ہیں۔ رقوم کا بہت کم حصہ اصل مقاصد پہ صرف ہوتا ہے کثیر حصہ خورد برد ہو جاتا ہے۔ مالی معاملات میں احتساب کیلئے موجودہ SET UP کے اندر کام کرتے ہوئے ایک خفیہ آڈٹ ایجنسی قائم کرنے کی ضرورت ہے جو Intelligence Bureau کے طور پر کام کرے۔ اخراجات کے واؤچرز کو مخصوص طریقہ کار اور خفیہ انداز میں چیک کرے جس کے نتیجہ میں مالی بد دیانتی کا سدباب ہو سکتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ سرکاری ملازمین کی تنخواہوں اور مراعات پہ بھی نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ پرائیویٹ سیکٹر اور سرکاری محکموں کے ملازمین کے معاوضوں میں فرق روز بروز بڑھتا جا رہا ہے جس کے بہت سے قومی اور معاشرتی نقصانات ہیں۔ اس مقصد کیلئے شاید فوری طور پر مالی وسائل اجازت نہ دیں۔ ایسے حالات میں سرکاری ملازمین کیلئے Part Time بزنس کیلئے کم Mark up پر قرضوں کی دستیابی کا بندوبست کر دیا جائے تو وہ روز افزوں مہنگائی کا مقابلہ کر سکتے ہیں چھوٹے گریڈز میں کام کرنے والے ملازمین سخت مالی تنگی کا شکار ہیں۔ افلاس بہت بڑی لعنت ہے جو براہ راست اخلاق پہ اثر انداز ہوتی ہے۔

۶۔ اعلیٰ سرکاری حکام، اعلیٰ فوجی مناصب اور حکومتی عمائدین کو حاصل مراعات کے بارے میں بعض جرأت مندانہ فیصلوں کی ضرورت ہے۔ مثلاً سرکاری رہائش گاہ (ماسوائے چند مستثنیات کے) کسی صورت میں بھی دو کنال سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے دس مرلہ، ایک کنال اور دو کنال میں بہت مناسب گھر بن سکتے ہیں۔ ہنگامی بنیادوں پر کام کرتے ہوئے سرکاری رہائش گاہوں میں Modification کر کے فاضل اراضی کو اہم قومی مقاصد کیلئے استعمال میں لایا جائے۔ اس طرح کار اور ٹیلیفون کے استعمال پہ جائز پابندیوں کی ضرورت ہے۔ مثلاً کوئی بھی سرکاری گاڑی (ماسوائے چند مستثنیات کے) ایک ہزار سی سی سے زیادہ نہ ہو اور ایک فرد کے پاس ایک ہی گاڑی ہو۔

غیر ضروری بیرونی ممالک کے دورے، وفود کا حجم اور ایک ہی مقصد کیلئے نئے نئے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اداروں اور محکموں کا قیام قسم کے بہت سے امور ایسے ہیں جن میں قومی امانت کے تقاضے اور خدا خوفی پیش نظر ہو تو اخراجات میں کمی ممکن ہے۔

۷۔انتظامی امور اور ملکی نظم و نسق کو بہتر انداز میں چلانے کیلئے صوبائی خود مختاری کے دیرینہ مسئلہ کو حل کرنے کے ساتھ ساتھ چھوٹے صوبوں کی تشکیل ناگزیر ہے محترم اصغر خان صاحب نے اس سلسلہ میں جو Home work کیا ہے اس سے ضرور استفادہ کیا جانا چاہیے۔

ضلع کی سطح یا ڈویژن کی سطح پر ایک ایسی لوکل گورنمنٹ جو انتظامی اعتبار سے بہت با اختیار ہو اور مرکز سے بھی اس کا تعلق مستحکم ہو، عوامی نمائندگی اور احتساب کا بھی خود کار انتظام ہو جائے تو بہت بڑی کامیابی ہو گی۔اس ضمن میں پرانا نظام مکمل طور پر ختم کر کے نئے Set up کی ضرورت ہے۔ ضروری قانون سازی کے ساتھ ساتھ انتظامی امور کی ماہرین اگر سر جوڑ کر بیٹھ جائیں تو یقیناً بہت سے راستے کھل سکتے ہیں۔

دو تہائی اکثریت رکھنے والے عوامی رہنما اگر اس قسم کے بڑے اقدامات نہیں کرینگے تو اور کون کرے گا؟

انتظامی معاملات کو درست کرنے کیلئے ہر سطح پر اختیارات کی مناسب تقسیم De-centralization اور اختیارات کے استعمال کرنے میں تجاوزات کا خاتمہ، کوٹہ اور پرمٹ کی نوازشات جیسے معاملات پر از سر نو غور کرنے کی ضرورت ہے۔ صدر، گورنر، وزرائے اعلیٰ اور وزیر اعظم کو بھی اپنے بعض صوابدیدی اختیارات کی قربانی دینا ہو گی۔

انتظامی اصلاحات اگر اس انداز میں نہ کی گئیں تو مزید انارکی اور افراتفری پھیلے گی جو بہت خطرناک راستہ ہے کسی ایک دلخراش واقعہ پر وزیر اعلیٰ یا وزیر اعظم کا فوری طور پر پہنچنا بڑا قابل قدر جذبہ ہے۔اسی جذبہ کا تقاضہ یہ ہے کہ نظم مملکت انقلابی بنیادوں پر تبدیل کیا جائے۔

۸۔روز افزوں بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر موجودہ دور میں شاید تعلیم اور صحت کی سہولت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عوام کو مفت مہیا کرنا ریاست اور حکومت کے بس کی بات نہیں رہی مگر سو فیصدی ان شعبوں کو کمرشل بھی نہیں کیا جاسکتا۔

البتہ اگر سیمی کمرشل بنیادوں یا ''نہ نفع نہ نقصان'' کی بنیاد پر حکومت اگر ان دونوں شعبوں میں منصوبہ بندی کرے تو یہ سہولتیں عام بھی ہو سکتی ہیں اور ان کا معیار بھی بلند ہو سکتا ہے۔ عوام تجارتی اداروں کی لوٹ کھسوٹ سے بھی بچ جائیں گے۔ مثلاً ہسپتالوں میں اگر پرچی کے 2روپے کی بجائے فیس مشورہ /20روپے رکھ دی جائے تو یہ قابل برداشت ہے۔ ادویات مفت فراہم کرنے کی بجائے اصل قیمت پر مہیا کر دی جائیں تو یہ مناسب بات ہے۔ فیس مشورہ کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی رقم کا کچھ حصہ ہسپتال کی خدمات کا معیار بہتر کرنے میں صرف کیا جائے اور باقی ماندہ رقم اسی ہسپتال میں کام کرنے والے ڈاکٹرز کو ان کی خدمات کے عوض صبح وشام مصروف کر کے ادا کر دی جائے ڈاکٹرز اور دیگر طبی سٹاف کا معاوضہ فی گھنٹہ کے حساب سے یا فی مریض کے حساب سے متعین کیا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹرز کو مناسب معاوضہ دینے کے عوض صبح وشام اس طرح مصروف کر دیا جائے کہ پرائیویٹ پریکٹس کا نہ ان کے پاس وقت بچے اور نہ ہی ضرورت رہے۔ ''معاوضہ مناسب اور محاسبہ سخت'' کے اصول پر انتظامی اور مالی خود مختاری بھی دی جاسکتی ہے۔

بالکل اسی طرح تعلیمی اداروں کو بھی سو فیصدی کمرشل نہیں کیا جا سکتا جو موجودہ حکومت کی پالیسی ہے۔ حکومت کو اس مد میں بھی اخراجات برداشت کرنا پڑیں گے وگرنہ عام آدمی پر تعلیم کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ فیس میں اضافہ کے اعتبار سے گورنمنٹ کالج لاہور اور کنیرڈ کالج تو ایک خاص طبقہ کیلئے ہی مخصوص ہو گیا ہے۔ علم کے حصول کیلئے معاشرے کے اندر اس قسم کا امتیاز پیدا کرنا ذہین اور حقدار طلبہ کو اچھے اداروں سے محروم کرنا بہت بڑی ناانصافی ہے۔

موجودہ حکومتی وسائل اور مالی دشواریوں کا سبب درمیانی راستہ یہ اختیار کیا جاسکتا ہے کہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کسی بھی تعلیمی ادارے کے نصف اخراجات حکومت برداشت کرے اور نصف ادارہ خود مہیا کرے۔ اس سے شاید فیسوں میں مناسب حد تک اضافہ ہو جو عام لوگوں کیلئے قابل برداشت ہو سکتا ہے۔

فی طالبعلم ماہانہ فیس۔ /100 روپے تک ہو تو کوئی ہرج نہیں ہے اس سے ادارے خود وسائل پیدا کرینگے اور کھنڈرات کی صورت سے نکل کر تعمیری ادارے بن سکتے ہیں بشرطیکہ مالی بدیانتی اور خیانت کو ختم کرنے کیلئے محاسبہ کا سخت انتظام ہو۔

فیس میں اضافہ کی نتیجہ میں حاصل ہونے والی رقم سے تعلیمی معیار میں بہتری پیدا کی جائے اور اساتذہ کو مناسب معاوضہ دیا جائے اضافی محنت کے عوض اساتذہ کا معاوضہ تنخواہ کے علاوہ فی گھنٹہ کے حساب سے یا فی طالبعلم کے حساب سے متعین کیا جا سکتا ہے۔

اساتذہ کو مناسب معاوضہ دینے کے عوض صبح و شام اس طرح مصروف کر دیا جائے کہ پرائیویٹ ٹیوشن کا نہ ان کے پاس وقت بچے اور نہ ہی ضرورت رہے۔Self-generated وسائل کے نتیجہ میں تعلیمی ادارے جدید علوم بھی متعارف کرا سکتے ہیں جو وقت کی ضرورت ہیں۔ اس وقت پرائیویٹ تعلیمی تجارتی ادارے بیرون ملک یونیورسٹیوں سے الحاق کر کے انتہائی مہنگی تعلیم مہیا کر رہے ہیں جو عام آدمی کے بس کی بات نہیں۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ ان تعلیمی سوداگروں کے معیار اور نصاب پر حکومت کا کوئی Check نہیں ہے۔ جو شخص جہاں چاہے دو کمپیوٹر رکھ کر Management Sciences کا اپنے زعم میں بہت بڑا ادارہ بنا کر بیٹھ جاتا ہے۔

جدید ترین علوم کے سلیبس کی تیاری اور ضروری سامان (Equipment) کی فراہمی کیلئے یقیناً وسائل درکار ہیں اس لئے یہ ضروری ہے کہ تمام تعلیمی اداروں کو خود مختاری بھی دی جائے اور کسی درجہ میں خود انحصاری کے راستے پر بھی بتدریج گامزن کیا جائے تاکہ ہمارے تعلیمی ادارے اپاہج ہونے سے بچ سکیں۔

۹۔ بیروزگاری کے خاتمہ کیلئے موجودہ حکومت کی خودروزگار اسکیم بہت مناسب اقدام ہے۔ اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

طرح بینکوں میں موجودہ فاضل رقوم ایک اچھے مقصد کیلئے استعمال ہو سکتی ہیں مگر اس ضمن میں تکنیکی مشاورت اور پیشہ ورانہ رہنمائی کا انتظام نہ ہونے کے برابر ہے۔ ناتجربہ کار نوجوانوں کے ہاتھوں یہ رقوم ضائع بھی ہو سکتی ہیں جو مالیاتی اداروں کیلئے نقصان دہ امر ہوگا۔

افراد کو قرضہ فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ حکومت اور پرائیویٹ سیکٹر مل کر مختلف کمپنیاں اور ادارے قائم کریں تو بہت سے افراد کو روزگار مل سکتا ہے اس سلسلہ میں اقتصادی ماہرین سے تجاویز طلب کی جانی چاہئیں۔

پرائیویٹ سیکٹر میں کمرشل Banking، بیمہ کمپنیاں اور مالیاتی ادارے قائم کرنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ اس سے بعض سرمایہ کار ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور عوام الناس سے رقم ہتھیا کر رفو چکر ہو جاتے ہیں۔ انٹرنیشنل بینکوں کی مختلف شاخوں کے قیام کی اجازت بھی اس طور پر مشروط کی جائے کہ وہ اپنے پاس موجود فاضل رقوم کے کچھ حصہ کو بیروزگار افراد کیلئے قرض کی فراہمی کی خاطر مخصوص کرینگے۔

انعامی سکیموں کی موجودہ شکل کہ اتفاقیہ طور پر بہت زیادہ پیسہ ہاتھ میں آجائے اجتماعی مفاد کے منافی ہے اس طرح اتفاقیہ طور پر سخت نقصان ہو جانا جس طرح کہ سٹاک مارکیٹ میں ہوتا ہے وہ بھی معاشرہ کیلئے ضرر رساں ہے۔ حکومت کو اس اتفاقی فائدہ یا اتفاقی نقصان کا سخت نوٹس لینا چاہیے اور حوصلہ شکنی کرنی چاہیے۔

البتہ اگر شیڈولڈ بینک کمیٹیاں ڈالنے کا کوئی محفوظ انتظام کر سکیں جیسا کہ عام طور پر محلوں اور گھروں میں ہوتا ہے تو وہ بہتر ہوگا۔ جس میں نقصان کا کوئی احتمال نہیں ہے اپنی جمع کی ہوئی پونجی کسی وقت بھی مل سکتی ہے۔ اقتصادی شعبہ میں ایک اور بہت بڑا المیہ، آج کے دور کا یہ ہے کہ ناجائز منافع پر کسی قسم کا حکومت کا کوئی Check نہیں ہے بازار میں جس طرح کوئی لوٹ مار کرنا چاہے اس کو اجازت ہے۔ کسی چیز کے بنانے پر کتنی لاگت آئی اور اب وہ بازار میں کتنے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

داموں کے عوض مہیا کی جارہی ہے ؟اسی طرح کسی چیز کی قیمت خرید کتنی تھی اور اب وہ کس بھاؤ پر فروخت کی جارہی ہے ؟اس کا نہ کوئی اندازہ ہے نہ معیار اور نہ پیمانہ۔۔۔۔۔۔گویا مارکیٹ ہر طرح کی پابندیوں سے آزاد ہے یہ صورت حال عام آدمی کیلئے بڑی نقصان دہ ہے۔

Marketing کا تو بہت بڑا محکمہ ہونا چاہیے جس کا Net work چھوٹے بڑے تمام قصبوں تک پھیلا ہوا ہو جو ناجائز منافع خوری کی حوصلہ شکنی کرے اور عوام الناس کو تجارتی لوٹ مار سے بچائے اسی طرح آمدنی پر ٹیکس کا معاملہ بھی دگرگوں ہے۔ایک عام چھابڑی والے شخص سے لیکر ایک بہت بڑے صنعتکار تک۔۔۔۔وہ بازار سے کیا کمارہا ہے ؟اور اس پر کتنا ٹیکس دے رہا ہے ؟یہ دونوں باتیں اندھیرے میں ہیں۔

۱۰۔پاکستان اور بھارت ایٹمی دھماکوں میں مقابلہ اور مسابقت کی بجائے اپنے اپنے ملک کی غربت سے جنگ کرتے تو کتنا اچھا ہوتا۔ موت کا سامان اکٹھا کرنے کی بجائے زندگی کا سامان جمع کرنے کی ضرورت ہے۔

دوسروں کے معاملات میں غیر ضروری دلچسپی کی بجائے اپنی تمام تر توجہ تعمیر وطن پر مرکوز کرنی چاہیے۔کشمیریوں کی جدوجہد آزادی کیلئے پوری قوم ان کے ساتھ مگر یہ مسئلہ بھی صبر و تحمل اور دانائی سے ہی حل ہوگا۔

افغانستان ہمارا پڑوسی ملک ہے افغان ہمارے مسلمان بھائی ہیں مگر پاک افغان سرحد کے ذریعے کچھ ''تحائف'' آتے رہتے ہیں ابھی پچھلے دنوں ہمارے ایک مقامی اخبار نے روزنامہ ''ٹیلی گراف'' کے حوالہ سے خبر دی کہ پاکستان میں عموماً اور صوبہ سرحد میں خصوصاً سمگلنگ کیوجہ سے قومی خزانہ کو سالانہ ایک کھرب کا نقصان ہوتا ہے۔

اس قسم کا معاملہ پاک بھارت سرحد کے ساتھ بھی یقیناً درپیش ہے۔اس سلسلہ میں گہرے غور و فکر اور تدبر کے ساتھ ساتھ فیصلہ کن اقدامات کی ضرورت ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۱۔انٹرنیشل میڈیا کی ثقافتی یلغار اور ڈش انٹینا کلچر نوجوان نسل کیلئے مضر اثرات رکھتی ہے۔بچوں کی توجہ تقسیم ہوتی ہے اور تعمیری سرگرمیوں میں خلل واقع ہوتا ہے۔ عجب معاملہ ہے کہ ہمارے اپنے ڈرامہ نویس حضرات کے پاس بھی شاید عشق و محبت کے موضوعات کے علاوہ کوئی اور موضوع نہیں ہے۔ مکالمہ جات لکھتے وقت اس بات کا دھیان رکھا جانا چاہیے کہ گھر میں تمام عمر کے بچے اور بچیوں نے ٹی۔وی دیکھنا ہوتا ہے۔

نوجوان نسل کو اخلاقی بے راہ روی سے بچانے کیلئے شادی کا انتظام بر وقت ہونا بہت ضروری ہے۔ خدا کرے کہ ہمارے معاشی اور معاشرتی حالات اس انداز میں ڈھل جائیں کہ ہر گھرانے میں ۲۵ سال کی عمر تک لڑکے اور ۲۰ سال کی عمر تک لڑکی کی شادی کا انتظام ہو سکے۔

معاہدہ نکاح میں بچوں کی رضامندی اور خوشی کو اہمیت دی جائے اس معاملہ میں اکثر ہم غلطی کر جاتے ہیں۔ خاندانی مفاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے والدین بچوں کی رہنمائی ضرور کریں۔ مگر آخری فیصلہ کرتے ہوئے والدین کو اگر قربانی دینا پڑے تو دے دیں بچے کو قربان نہ کریں۔ اس سلسلہ میں بچوں کی خوشی تلاش کرنے کیلئے ساری توانائیاں صرف کر دی جائیں اور یوں معاشرے کی اس بنیادی اکائی کو ایک صحت مند بنیاد فراہم کی جائے۔

جہیز کی رسم سے مکمل طور پر چھٹکارا ممکن نہیں ہے تاہم اس میں اعتدال پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔باپ امیر ہو یا غریب، اپنی بیٹی کو عزت اور وقار کے ساتھ ہی رخصت کرنا چاہتا ہے اس مد میں کچھ نہ کچھ ضرور خرچ کرنا پڑتا ہے۔ تاہم اس حوالہ سے والدین کی پریشانیوں کا حل تلاش کیا جائے۔

اس مقصد کیلئے قومی جہیز بینک کے قیام کی اشد ضرورت ہے۔ یہ ادارہ سیمی کمرشل بنیادوں پر کام کرے اور آسان شرائط پر ضرورت مند گھرانوں کو قرض فراہم کرے۔Volume اور Paid capital کے اعتبار سے یہ ملک کا سب سے بڑا بینک ہو مذہبی رہنما، سیاسی تنظیمیں،

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مخیّر حضرات اور رفاہی ادارے اس کیلئے عطیات بھی دیں اور Investment بھی کریں اس ادارے کا فیض عام پورے معاشرے کیلئے جاری رہے۔ اس بینک کی برانچیں گلی محلے سے لیکر وفاقی سطح تک قائم کی جائیں محض جہیز کی وجہ سے قوم کی جو بیٹیاں گھروں سے رخصت نہیں ہو سکتیں ان کی باوقار رخصتی کا انتظام کیا جائے۔

شادی بیاہ کی غیر ضروری رسومات کا بھی کلی طور پر خاتمہ ممکن نہیں ہے البتہ کمی کر کے آہستہ آہستہ سادگی اور توازن کی طرف لایا جا سکتا ہے۔ شادی بیاہ کی تقریب میں مکمل طور پر کھانا کھلانے پر پابندی غیر منطقی ہے۔ شادی کی خوشی میں چھوٹی سے دعوت اور کھانے کا اہتمام سنت رسولؐ ہے۔

البتہ ضیافتوں میں سادہ کھانا دینے اور سادہ کھانا کھانے کی اخلاقی جرات پیدا کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ دالیں اور سبزیاں بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں اجتماعی کھانوں میں انہیں بھی دستر خوان کی زینت بنانا چاہیے۔

۱۲۔ ٹرانسپورٹ کے سلسلہ میں عام شہری چھوٹے شہروں میں بالعموم اور بڑے شہروں میں بالخصوص سخت جسمانی اذیت اور ذہنی کوفت کا شکار ہے۔ Luxury بسوں کو درآمد کرنے کی بجائے سادہ اور سستی ٹرانسپورٹ عوام کی ضرورت ہے جو کم لاگت سے بازار میں لائی جا سکتی ہے۔

پرانے انجنوں کو بھی قابل استعمال بنایا جا سکتا ہے۔ سادہ، معیاری اور سستی باڈیاں بھی تیار ہو سکتی ہیں۔ پرائیویٹ سیکٹر کو اگر یہ کام دیا جائے تو بآسانی ہو سکتا ہے حکومت کی صرف توجہ اور سرپرستی درکار ہے۔

۱۳۔ ٹرانسپورٹ کے بعد ایک انتہائی اہم مسئلہ مکانات کی تعمیر اور نئی ہاؤسنگ اسکیموں کا ہے۔ بڑے شہروں میں تمام سہولیات کا اکٹھا ہونا، ان کا بغیر کسی حدو حساب کے پھیلاؤ دن بدن انتظامی مشکلات پیدا کر رہا ہے۔

ہاؤسنگ اور گھر کی فراہمی کے حوالہ سے انقلابی اقدامات کی ضرورت ہے۔ ضلعی ہیڈ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کوارٹرز اور ڈویژنل سطح کے شہروں میں بتدریج سہولتیں جمع کر کے انہیں مرکز نگاہ بنایا جائے تو کسی درجہ میں بڑے شہروں کے پھیلاؤ کو روکا جا سکتا ہے۔ اسی طرح Twin cities کے قیام میں بھی انتظامی آسانیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔

نئے شہروں کی آبادکاری کے سلسلہ میں اگر صحت افزا مقامات پر صرف بجلی فراہم کر دی جائے تو وہاں پر ایک نیا جہان آباد کیا جا سکتا ہے۔ بہاولپور کے علاقہ چولستان اور صوبہ بلوچستان کے بے آباد علاقوں میں بڑی شاہرات گزاری جائیں تو نئے شہروں کی آبادی کے راستے کھل سکتے ہیں۔

۱۴۔ ہمارے ملک میں ایسی موٹرویز اور شاہراؤں کی ضرورت ہے جو شہروں اور بستیوں کے رابطے کا ذریعہ ہوں ایسی موٹرویز جو چھوٹی بستیوں اور چھوٹے شہروں کے اوپر اوپر سے گزر جائیں غالباً ابھی ہماری ضرورت نہیں۔

رفتار کی تیزی کو یقینی بنانے کی بجائے شہریوں کی سلامتی کو یقینی بنایا جائے۔ ملک میں موجود تمام چھوٹی اور بڑی سڑکوں کو دُورویہ (Double) کر دینا بہت بڑا کام ہے۔ اس مقصد کیلئے بیرونی سرمایہ کاری موٹرویز کی طرز پر کی جا سکتی ہے جس کا Toll Tax آسانی سے شہری ادا کر لیں گے بشرطیکہ تعمیر کے اخراجات کو معقول اور متوازن رکھا جائے۔ بڑی بڑی موٹرویز کی بجائے پہلے سے موجودہ سڑکوں کی تعمیر اور مرمت کی ضرورت ہے۔

۱۵۔ توانائی پیدا کرنا صحیح استعمال اور اس کی بچت وقت کی ضرورت ہے۔ کالا باغ ڈیم کی تعمیر ناگزیر ہے۔ موجودہ حکومت نے بجلی چوری کا سدباب کرنے کی کافی حد تک کامیاب کوشش کی ہے جو قابل تحسین ہے۔ بجلی کی بچت کیلئے ایئر کنڈیشنر کے استعمال پر پابندی لگا دی جائے اور اس کی جگہ پر Desert Coolers استعمال کئے جائیں۔

ان کولرز کی قدرتی ٹھنڈک صحت کو بھی بچائے گی، توانائی بھی اور پیسے بھی۔۔۔ بچنے والی فاضل توانائی کو دیہات، نئے شہروں کی آبادکاری اور صنعت کے فروغ کیلئے استعمال کیا جائے۔

۱۶۔ پاکستان ایک زرعی ملک ہے خوشحالی پاکستان، خوشحال کاشتکاری ہی بنا سکے گا۔ زرعی قرضوں کے حصول میں مزید آسانی اور کسانوں کیلئے Relief Packages اور بھی وقتاً فوقتاً آتے رہیں تو بہتر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رہے گا۔ پہلے سے جاری شدہ قرضوں کی وصولی کا بھی بہتر انتظام ہونا چاہیے۔

مملکت میں موجودہ تمام بے آباد بنجر زمین کو قابل کاشت بنانے کیلئے ہنگامی بنیادوں پر کام کرنے کی ضرورت Probation Period کے طور پر دس سال کے پٹے پر اگر یہ زمین آسان شرائط پر بے زمین کاشتکاروں کو الاٹ کر دی جائے تو بہت سے مثبت نتائج سامنے آسکتے ہیں۔ بعد میں مالکانہ حقوق بھی آسان اقساط کے عوض دیئے جاسکتے ہیں۔

مگر یہ کام پورے ملک میں ایک ساتھ اور جامع منصوبہ بندی سے ایک ساتھ کیا جانا چاہیے تاکہ تمام بے زمین کاشتکار اس سہولت سے استفادہ کر سکیں۔

بہتر سے بہتر کی جستجو کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔ قومی تعمیر کے موضوع پر مزید بہت سوچنے اور کرنے کی ضرورت ہے۔ بلا شبہ ان تجاویز پر عملدرآمد کرنے میں بہت سی فنی اور مالی مشکلات درپیش ہیں مگر یہ کام ناممکن نہیں ہیں صرف نیت کا اخلاص اور ارادہ کی پختگی درکار ہے۔ اپنی ذات کیلئے آسانیاں فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کا احساس پیدا ہو جائے تو یہ کام بآسانی پیدا ہو سکتے ہیں۔

حکومت اور عوام مل جل کر بعض انقلابی تبدیلیوں کا عزم مصمم کر لیں تو کامیابی دور نہیں۔ ذاتی مفاد کو اجتماعی مفاد پر قربان کرنے کیلئے اگر ہم آمادہ ہو سکیں تو منزل بہت آسان ہے۔

ایک آدم کی سبھی اولاد ہیں　　کچھ تو خوش ہیں اور کچھ ناشاد ہیں
جرم ان کا کیا ہے جو برباد ہیں　　تو زمانے کے اصولوں کو بدل

دوسروں کا احساس کرنا، دوسروں کیلئے آسانیاں پیدا کرنا اور دوسروں سے محبت ہی مذہب اور اخلاق کی جان ہے۔ یہی اسلامی نظام ہے اور یہی نظام مصطفیٰؐ ہے۔

OOOOO

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com